مختصر تعارف

مجددِ دوران، محبوبِ سبحان، امامِ خراسان

پیرِ ارچی حضرت خواجہ سیف الرحمٰن اخندزادہ صاحب مبارک ؒ

نامِ نامی اسمِ گرامی

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کا اسمِ محضہ سیف الرحمٰن ہے، کنیت لکھنے میں ابو حمید جبکہ کہنے میں ابو حبیب ہے۔ سلسلے میں آپ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، افغانستان کے علماء و مشائخ آپ کو اخُندزادہ صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اخون زادہ استاد یا معلم کے بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ (اخون) وسطی ایشیا میں علماء کے لئے کہا جاتا ہے، جس سے مراد ایک مخصوص دینی منصب ہوتا ہے۔ مشرقی ترکستان میں لفظ "آفندی" اس کی جگہ استعمال ہوتا ہے، جس سے مراد بلند مرتبہ علماء ہوتے ہیں۔ (اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ)

تاریخ اولیاء میں ابو الاسفار علی محمد البلخی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی میں "آخوند" تحریر کیا جاتا ہے اور افغانی زبان میں "اخون" کہتے ہیں جو کہ کثرت استعمال کی وجہ سے "آخوند" سے "اخُند" ہو گیا ہے۔

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اپنے نام کے ساتھ امضاء (دستخط) میں فقیر لکھتے تھے اور علماءِ وقت نے آپ کو مجددِ عصر، قیوم زمان، قطب الارشاد، شیخ المشائخ وغیرہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔

وطنِ اصلی کے اعتبار سے آپ کو پیر ارچی خراسانی کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے اہل و عیال (بچے، پوتے اور نواسے وغیرہ) آپ کو دادا مبارک کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے دربار میں وقت گزارا، آپ کے عیال کے قریب رہے تو وہ بھی آپ کو دادامبارک یا داداجان سے یاد کرتے ہیں۔

والدِ گرامی

آپ کے والد گرامی قدر کا نام قاری سرفراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا جو ایک نیک سیرت انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں وقت کے عظیم شیخ، فخرِ کشمیر، عاشق رسول حاجی محمد امین بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حاجی آباد، عمرزئی چارسدہ، خیبر پختون خواہ) کے مرید تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ کا مزید نسب نامہ کچھ یوں ہے۔

سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن محمد حیدر بن محمد علی بن نور علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کا تعلق پٹھانوں کے مشہور قبیلہ مہمند سے تھا جو کہ افغانستان و پاکستان کی سرحد پر دونوں طرف آباد ہیں۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت افغانستان کے صوبہ ننگرہار کے علاقے جلال آباد شہر سے تقریباً بیس کلومیٹر دور جنوب کی طرف واقع گاؤں کوٹ باباکلی میں ہوئی۔ آپ کی سن پیدائش میں اختلاف ہے مگر بقول اشہر (مشہورتر) ۱۳۴۹ھ ہے۔

ابتدائی حالات

والدہ محترمہ کی رحلت

آپ کے عہد طفولیت ہی میں آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال سن ۱۳۵۷ ہجری میں ہوا۔ اس وقت والدہ محترمہ قندوز میں تھیں جبکہ آپ علیہ الرحمۃ آٹھ سال کی عمر کے تھے اور ایک اور روایت کے مطابق والدہ کی وفات کے وقت آپ علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی (یہی اختلاف آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی موجود ہے) آپ کی والدہ محترمہ کا مدفن قندوز میں ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے والدہ کی بہت دعائیں لی ہیں، والدہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں، میں ان کی خدمت کرتا، وہ مجھے دعائیں دیتیں۔ فرماتیں کہ خدا تمہیں ولیوں کا سردار بنائے۔ والدہ کو دوائیں پلاتا، جلانے کے لئے لکڑیاں لاتا، چھوٹے بھائی کی تمام خدمت بھی میں ہی کرتا جبکہ مجھ سے بڑے بھائی اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر والدہ کے صبح و شام میرے لئے دعاؤں میں ہی گزرا کرتے تھے۔[1]

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن

چونکہ آپ علیہ الرحمۃ اویسی یعنی مادرزاد ولی اللہ تھے، لہٰذا بچپن سے ہی صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے تھے میں چھوٹا ہوتے ہوئے کون و مکان اور جنت و دوزخ کا

---

[1] جانشینِ امامِ خراسانی حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کے مطابق حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی والدہ محترمہ کا قندوز میں جانا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے کوٹ جلال آباد میں وفات پوئی اور وہیں پر ان کی تدفین کی گئی، البتہ آپ کے والد محترم کا مدفن قندوز ہے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مشاہدہ کیا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی، میں دیکھا کرتا تھا۔

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھائی

آپ کے چار بھائی تھے:

۱)سب سے بڑے بھائی کا نام مولانا عبد الباسط المعروف باچالالا تھا جو کہ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں سے بھی تھے جن سے آپ نے بوستان تک اسباق پڑھے تھے۔

۲)دوسرے بڑے بھائی کا نام مولانا محمد صادق تھا۔

۳) تیسرے آپ سے چھوٹے بھائی فضل الرحمٰن المعروف معاون صاحب تھے جو کہ جہادِ افغانستان کے ابتدائی دور میں روسی افواج کے ہاتھوں شہید ہوچکے تھے۔[2]

۴)چوتھے سب سے چھوٹے بھائی کا نام مفتی غلام الرحمٰن صاحب المعروف مولوی کاکا ہے(جو کہ بقید حیات ہیں)۔

تعلیم وتربیت

آپ علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاری سرفراز خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے وقت و دیار کے دیگر علمائے ذی وقار سے بھی استفادہ کیا۔ علوم وفنون میں ترقی پانے کے لئے مختلف علاقوں کا سفر کیا جن میں افغانستان کے علاوہ پاکستان کے علاقہ پشاور میں بھی متعدد علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

---

[2] حضرت حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق وہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ سے عمر میں بڑے تھے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱)حضرت مولانا محمد آدم خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (آمازو گڑھی)

۲) شیخ القرآن حضرت محمد اسلام بابا صاحب(کوٹ باباکلی)

۳)حضرت مولانا محمد ولید صاحب

۴)ولی محمد اسلم صاحب(کوٹ حیدر خیل)

۵)مولانا محمد حسین صاحب مترانی

۶)مولانا محمد فقیر صاحب(فرید کلاجات سرہ غونڈے)

۷)مولانا عبد الباسط صاحب(بڑے بھائی)

۸)مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب

۹)وزیر ملا صاحب(کوٹ حیدر خیل)

ان اساتذہ کے علاوہ دیگر ذی علم شخصیات سے بھی آپ نے صرف و نحو، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، تجوید و قرأت اور عقائد میں کامل دسترس حاصل کی، بالخصوص آپ کو فقہ حنفی اور اصول فقہ پر مکمل دست گاہ تھی جس کا اندازہ آپ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پڑھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ازدواجی زندگی

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کے کل سات نکاح ہوئے تھے تاہم وصال کے وقت تک آپ کے عقد میں چار ازواج رہیں۔ اولاد کی نعمت، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ کو چار بیویوں سے عطا فرمائی۔

اولادِ امجاد

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کی طرح اولاد کی نعمت سے بھی حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ آپ کی اولاد میں تیرہ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ محمد سعید حیدری سیفی صاحب مبارک (جانشین حضرت مبارک علیہ الرحمۃ)

۲۔ شیخ الحدیث علامہ محمد حمید جان سیفی صاحب مبارک

۳۔ مولانا عبد الباقی جان سیفی صاحب مبارک

۴۔ قاری و حافظ علامہ محمد حبیب جان سیفی صاحب مبارک

۵۔ علامہ احمد سعید یار جان سیفی صاحب مبارک

یہ پانچوں شاہزادے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی پہلی زوجہ محترمہ سے ہیں جو افغانستان کی ایک نامور شخصیت "ملک عطاء خان" کی صاحبزادی ہیں۔

۶۔ قاری و حافظ مولانا احمد حسین سیفی صاحب مبارک

۷۔ مولانا احمد حسن سیفی صاحب مبارک

۸۔ محمد محسن سیفی صاحب مبارک

آپ علیہ الرحمۃ کے یہ تین شاہزادے ان زوجہ محترمہ سے ہیں جو سیدہ ہیں اور آپ کے کبار خلفاء میں سے ایک خلیفہ حضرت مولانا سید جعفر باچا صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی ہیں۔

۹۔ محمد صفی اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۰۔ محمد سیف اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ دونوں شاہزادے آپ کے خلیفہٗ اعظم وردیف الکمالات محمد شاہ روحانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ محمد نجیب اللہ سیفی صاحب مباک

۱۲۔ محمد حبیب اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۳۔ محمد حسین اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ تینوں شاہزادے آپ علیہ الرحمۃ کے محترم خلیفہ صوفی کندل صاحب علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں۔

آپ علیہ الرحمۃ کے داماد

۱۔ حاجی خلیل سیفی صاحب مبارک

۲۔ مُلااِنظر گل صاحب مبارک

۳۔ مولانا احمد مبین سیفی صاحب مبارک

۴۔ صاحبزادہ قاری روح اللہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت محمد شاہ روحانی صاحب مبارک علیہ الرحمۃ

۵۔ صوفی عبد الرحمٰن سیفی صاحب مبارک

۶۔ صاحبزادہ سید محمد طاہر علی شاہ جیلانی سیفی بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

۷۔ صاحبزادہ سید محمد انور علی شاہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشائخِ عظام

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سن ۱۳۷۳ھ میں جب حکومتِ افغانستان کی طرف سے آپ اور آپ کے بھائیوں کو دشتِ ارچی، قندوز میں غیر آباد زمین ملی تو آپ نے اس زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ وہاں پر رہائش کے لیے گھر آباد کیا، ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنائی۔ وہ علاقہ مرورِ ایام کے ساتھ ایک بستی بن گئی جسے سرہ مٹہ کا نام دیا گیا۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کچھ عرصہ تک اسی علاقے میں درس و تدریس کے راستے سے دینِ متین کی خدمت میں مشغول رہے۔ یہ زمانہ شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ کی شہرت کا تھا جو مریدین کی تربیت میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ مرجع عوام وخواص تھے حضرت مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرب و جوار کے علاقوں میں مریدین کی دعوت پر تشریف لے جایا کرتے تھے، اسی سلسلہ میں آپ علیہ الرحمۃ کا آنا قندوز دشت ارچی بھی ہوتا تھا۔ دشتِ ارچی میں چونکہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی سکونت تھی، مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وہاں تشریف لانے پر حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان کی صحبت سے سرفراز ہوتے رہے، حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی پیشانی میں وسیع استعداد اور عظیم کمال کی نشانی کی جھلک دیکھ کر مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو سلوک کی رغبت دلاتے، اسی طرح حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مانوس ہوئے اور ان کی محبت وبزرگی نے آپ علیہ الرحمۃ کے دل میں جگہ بنائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اسی اثناء میں ایک مرتبہ آپ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے چار رکعت نماز کی امامت کے لئے آگے کر دیا اور خود مسافر ہونے کے عذر کو پیش کر دیا۔ جب میں نماز پڑھا رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غوث وقت نے میرے پیچھے اقتداء کی ہے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سے نماز پڑھانے کے لئے عرض کی، چونکہ تین رکعتیں نماز تھیں اور عذر سفر نہیں تھا لہٰذا آپ علیہ الرحمۃ نے نماز مغرب پڑھائی، دورانِ نماز مجھ پر گریہ (رونے کی کیفیت) طاری ہوا۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں میں نے غوثِ زماں کے پیچھے اقتداء کی ہے۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا ایک شاگرد تھا جو مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے تھا، اس نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی کوئی بے ادبی کی تھی، تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس کو عاق کر دیا تھا۔ جب مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ کا قندوز آنا ہوا تو اس بندے نے آپ کے حضور مبارک علیہ الرحمۃ کی شکایت کی جس پر انہوں نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ:

”اخندزادہ صاحب! آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے بے ادبی کی اور اس کو عاق نہیں کیا گیا ہو؟“ آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ ”وہ عاق ہے“۔ پھر مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”اور اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ جس نے بے ادبی نہیں کی اور اسے عاق کیا گیا ہو؟“ آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کی: ”اس کو عاق کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا“۔

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جب معاملہ ایسا ہے تو پھر معاف کر دیا کریں، اس لئے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے" تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس شاگرد کو معاف کر دیا۔[3]

جب حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا دل مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت اور بزرگی پر مطمئن ہوا تو ان سے طلبِ تلقین کی۔ یہ سن ۱۳۸۱ھ کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی عمر ۳۲سال تھی کہ آپ حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے۔

آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیرِ تربیت شغلِ باطن میں مصروف رہے، مگر ابھی آپ علیہ الرحمۃ پہلے ہی سبق میں تھے کہ حضرت شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میں نے آپ کے صاحبزادے اخندزادہ عبید اللہ کو دعوت دی اور جب تبدیلی ذکر کے لیے ان کے قریب ہوا، انھوں نے میرے لطیفۂ روح پر اپنی انگلی رکھی تو میرے پانچوں لطائف

---

[3] بفرمان حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ، یہ واقعہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب کا ہے جو کہ مولوی محمد رحمٰن، مولوی نور رحمٰن اور مولوی گل رحمٰن صاحبان کے والد تھے اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کسی بات میں حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ تکرار کی جس پر مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا کہ مخالفت اور بے ادبی نہ کرو ورنہ عاق ہو جاؤ گے۔ یعنی ان کو عاق نہیں کیا تھا بلکہ صرف تنبیہ کی تھی لیکن وہ سمجھے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کو عاق کر دیا ہے، لہٰذا طالقان جا کر انہوں نے مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میرے استاد اخندزادہ صاحب نے مجھے عاق کر دیا ہے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

سر دپڑ گئے، حالانکہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے مجھے لطائف میں گرمی اور حرارت محسوس ہوئی تھی۔

(راقم الحروف کہتا ہے کہ) حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ ناقصین کی صحبت کے نقصانات اور ان سے بچنے کے بیان میں یہ واقعہ اکثر بیان فرماتے تھے اور کہتے کہ چونکہ اخندزادہ عبید اللہ صاحب نے کمالاتِ باطنیہ کا کسب نہیں کیا تھا اور ناقص تھے، اس وجہ سے ان کے میرے لطیفۂ رُوح پر انگلی رکھنے کا نقصان آج بھی میں لطیفۂ رُوح میں محسوس کر رہا ہوں۔

مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ آئندہ کے معاملاتِ سلوک کے لیے پریشان تھے کہ آپ کو حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصیت یاد آگئی اور وہ یہ تھی کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، مجھے امید نہیں کہ میری تم سے دوبارہ ملاقات ہو، میرے بعد بزرگ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کو لازمی اختیار کرنا اور انہیں میری طرح سمجھنا۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تیس خلفاء تھے جن میں سب سے کم عمر خلیفہ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے لیکن آپ (مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ مولانا محمد ہاشم جیسی شخصیت طویل زمانے میں کہیں نظر نہیں آتی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد میری تربیت کا سلسلہ کچھ عرصہ تک موقوف رہا، یہاں تک کہ

مجھے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت مل گئی۔ سن ۱۳۸۶ھ میں حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی تربیت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ کے اسباق پورے ہو گئے تو پہلے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مقید اجازت (ارشادِ خط) عطا فرمائی اور پھر جب مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی محبت و فنا، شوق و ذوق، صبر و تحمل اور استعداد وسیع کو دیکھا تو آپ کو خلافتِ مطلقہ عطا فرمائی، تاکہ آپ کے کمال پر تاکید و توثیق ہو جائے۔

اس زمانے میں ولایت ننگرہار میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک عظیم شیخ بنام حاجی خدائے نظر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف پچیر حاجی صاحب بقید حیات تھے۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے امر سے ان کے پاس سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق کی تلقین کی غرض سے حاضر ہوئے۔

انہوں نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلندئ شان اور فراخئ استعداد کو دیکھا تو ایک ہی مرتبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے تمام اسباق دے دیئے اور ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق اور خلافت، حضرت خدائے نظر المعروف پچیر حاجی صاحب سے لیے لیکن طریقۂ اسباق اور اس طریقہ کے تمام اسرار و رموز میں نے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھے یہاں تک کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مجھے اس طریقہ میں مجھے اجازت فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے اسباق بھی مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لیے تھے مگر ان کی حیات دنیوی میں ان سے خلافت

نہیں پائی یہاں تک کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف پر حاضری دی اور اجازت طلب کی تو ان کی طرف سے یہ فرمان صادر ہوا کہ آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیں اور ان سے ان دونوں سلسلوں میں اجازت طلب کریں۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان دونوں سلسلوں میں اجازت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح لی تھی۔ پھر حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ طالقان تشریف لے گئے اور مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقدِ منورہ پر حاضری دی اور ان دونوں سلسلوں میں ارشاد کی اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کو بذریعہ الہام اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

دست بوسی

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک وقت تک تواضع (انکساری) کی وجہ سے ہاتھ پر بوسہ دینے نہیں دیتے تھے مگر جب افغانستان میں وہابیت کا زہر پھیلنے لگا اور ان نجدیوں نے بزرگان دین کی دست بوسی کو شرک و حرام کہنا شروع کر دیا تب مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دست بوسی کا امر دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے“۔ (الحدیث)

یہ وہابی بزرگانِ دین، مشائخ عظام، علماء باعمل مخلص (ورثۃ الانبیاء) اور والدین کی دست بوسی نہیں کرتے اور اس کو شرک کہتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ عملی طور پر ان کی مخالفت کرتے ہوئے مشائخ، علماء اور والدین کی دست بوسی کیا کرو کہ ان وہابیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ مرشد کی محبت

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ کو اپنے علاقے دشتِ ارچی کی طرف نسبت کی تعلیم و ارشاد کے لئے بھیج رہے تھے تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی مولانا عبد الباسط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المعروف باچا لالا) اور دوسرے بھائی مولانا محمد صادق صاحب اور مرزا محمد حضرت جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر تھے، تینوں کو بلایا اور آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی کو فرمایا: آپ اخندزادہ صاحب کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، میرے بھائی ہیں۔ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان کو میری آنکھوں سے دیکھو اور پہچان لو۔ اخندزادہ صاحب قیوم الزمان ہیں۔ میں ابھی ان کو قیومیت کی توجہ کر رہا ہوں، زمانوں میں کہیں ایک اس طرح کا اللہ تعالیٰ کا ولی پیدا ہوتا ہے، ہزاروں کی تعداد اغواث، اقطاب اور آئمہ ولایت ان کے زیر تصرف ہیں۔ پھر ان کو فرمایا کہ آپ کے بھائی اخندزادہ صاحب مثلِ آفتاب ہیں۔ جب سورج چڑھ جاتا ہے، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمانے لگے:

آپ کے بھائی (اخندزادہ صاحب) یوسفی الصفت ہیں، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا، پھر تاجروں پر بیچ دیا اور جب (یوسف علیہ السلام) مصر چلے گئے تو نبوت و بادشاہت دونوں ملیں۔

یہ نعمت (اخندزادہ صاحب) آپ کو اپنے لئے چاہیئے یا ان کو کہیں اور بھیج دوں؟ تو بڑے بھائی (مرحوم) نے عرض کیا ہمیں یہ نعمت اپنے لئے چاہیئے، تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس نعمت کو آپ کے ساتھ بھیج رہا ہوں مگر چند شرائط کے ساتھ۔ وہ شرائط یہ ہیں کہ:

۱) آپ اخندزادہ صاحب سے آگے نہیں جاؤ گے، اس لیے کہ عمر میں اگرچہ آپ سے چھوٹے ہیں مگر انہوں نے آپ کو توجہات دی ہیں۔

۲) ان کے حضور میں (اپنی عادت کے مطابق) پرانی حکایات اور قصے نہیں سناؤ گے۔

۳) آپ ان سے علمِ ظاہر کے اسباق بھی شروع کر لیں۔

۴) اور ساتھ ساتھ علمِ باطن میں بھی استفادہ کرتے رہیئے۔

آپ کے بڑے بھائی نے عرض کیا: مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تب آپ اپنے علاقے دشتِ ارچی چلے گئے۔ چند دن بعد آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے نام خط بھیج دیا جو آج بھی موجود ہے۔

اس خط میں انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو ان الفاظ سے یاد کیا تھا:

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط

بنام حضرت مبارک علیہ الرحمۃ

اخوی عزیزم ردیف کمالاتم ھمکار و صدیقم اخندزادہ صاحب و جناب غمخوار و عاشقم پاچالالا و باقی ھمہ دوستان تحفۂ سلام برسد الحمدللہ لباسِ خیریت دربر است فراقِ اخندزادہ بفقیر بسیار دشوار است نمے دانم سبب آن چیست۔

خط چی می گورے ورتہ جاڑہ

ما چی لیکہ ورتہ می دیر جڑلی دینہ

خلقہ پہ یار می سلام وائے

زما دے سل زلہ سلام پہ تاسو وینہ

فقیر محمد ہاشم

(۳۱ برجِ حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

خط کا اردو ترجمہ

میرے معزز بھائی! میرے کمالات کے نقشِ ثانی، میرے شریکِ کار دوست، اخندزادہ صاحب اور میرے غمخوار و عاشق باچالالا صاحب اور باقی تمام دوستوں کو تحفۂ سلام پہنچے۔ الحمد للہ کہ خیریت سے ہوں۔ اخندزادہ کی جدائی فقیر کے لئے بہت بھاری ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا سبب کیا ہے۔

جب میرا خط پڑھو تو خوب رونا
کیونکہ جب میں لکھ رہا تھا تو بہت رویا
اے لوگو میرے یار کو میرا سلام دینا
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

فقیر محمد ہاشم

(۳۱ برِج حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

شیخ مقتداء کی بارگاہ میں مقبولیت

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکیس خلفاء تھے۔ ان تمام کو آپ نے یہ امر دیا تھا کہ تم لوگ مرید کر سکتے ہو، لیکن اگر تمہارا کوئی مرید تمہارے علم کے مطابق خلافت کے مقام تک پہنچ جائے تو اس کو اخندزادہ صاحب کے پاس لاؤ گے۔ اگر انہوں نے خلافت کا اہل پایا تو یہی مبارک اس کو خلافت دیں گے۔

ان اکیس خلفاء میں خلافتِ مطلقہ صرف اخندزادہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو حاصل تھی۔

آپ مبارک کو اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان الفاظ کے ساتھ سندِ خلافت (ارشادِ خط) لکھ کر دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی نور قلوب العارفین بانوار التجلیات و الواردات و عطر مشام المشتاقین بنفحات الانس و المشاھدات و الصلوٰۃ و السلام الزاکیات النامیات علی اشرف الموجودات و علیٰ اٰلہٖ و اصحابہٖ الذین استفادوا بصحبتہٖ اعلیٰ المقامات و الکرامات

و بعد: فیقول الفقیر الیٰ اللہ العلی القدیر محمد ھاشم بن محمد وزیر (قدس اللہ سرہٗ) ان الاخ البار الصالح اخندزادہ سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز لما اخذ عنی الطریقۃ النقشبندیۃ و اتم جمیع اسباقھا و وصل الیٰ مرتبۃ الحضور و الولایۃ و رأیتہ اھلاً لارشاد المسترشدین ثم لما وجدتہٗ ذا استعداد قوی لایشارکہٗ غیرہٗ بین الخلان فاجزتہٗ حینئذ بعد عدۃ سنوات اجازۃ مطلقۃً و ھو الآن کالشمس فی منتصف النہار و لایخالفہٗ الا من انطمس بصیرتہٗ

"فمقبولہٗ مقبولی و مردودہٗ مردودی"

و اللہ ولی التوفیق و السداد و منہ الھدایۃ و الارشاد

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ ھش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ: (حمد و صلوٰۃ کے بعد)

نیکوکار صالح بھائی اخندزادہ سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز نے جب مجھ سے طریقہ نقشبندیہ کا اخذ کیا اس طریقہ کے تمام اسباق کو مکمل کیا اور حضور وولایت کے مرتبہ تک پہنچ گیا اور میں نے ان کو رشد و ہدایت کے طلبگاروں کے ارشاد کا اہل پایا تو ان کو اجازت دی کہ رشد و ہدایت کے طلب کرنے والوں کو ذکر کی تلقین کرتے رہیں۔ پھر جب ان کو ایسی قوی استعداد کا مالک پایا جس میں ان کے پیر بھائیوں میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں تو میں اب ان کو کئی سالوں کے بعد مطلق اجازت دیتا ہوں

آپ (مبارک علیہ الرحمۃ) اس وقت دن کے درمیانی وقت کے سورج ہیں۔ ان کا انکار نہیں کرے گا مگر وہ جس کے دل کی بینائی ماند پڑ گئی ہو۔

"پس ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور ان کا رد کیا ہوا میرا رد کیا ہوا ہے"

اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ہدایت و ارشاد اسی کے ہاں سے ہے۔

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ھ ش

آپ کی سندِ خلافت پر گواہان

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کی سند خلافت پر مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین میں سے آٹھ گواہ قائم کیے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱)ملا محمد لعل زرخریدی عرف استاد صاحب

۲)مرزا محمد حضرت (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر)

۳)عبید اللہ اخندزادہ صاحب ولدِ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴)ملا عبد الباسط صاحب المعروف باچالالا (حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی)

۵)ملا محمد صادق صاحب (حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے بھائی)

۶)مولوی سید محمد (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا سسر)

۷)ملا خائستہ خان صاحب

۸)ملا ہجوم صاحب لغمانی

- آپ مبارک علیہ الرحمۃ ساڑھے تین سال تک اپنے شیخ (مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے امام رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ کے خصوصی معاون و خادم رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ مبارک کے امر پر ان کے مریدین کو آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتے تھے۔
- آپ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سل (دمہ) کی بیماری لاحق ہوئی تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو امر دیا تھا کہ ذکر کی تلقین کروں

گا اور میرے مریدین کو توجہات آپ دیں گے۔ لہٰذا آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو اسی مقصد کے لئے اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتے تھے اور آپ اپنے پیر بھائیوں کو توجہ دیتے تھے۔

- حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر مرزا محمد حضرت نے ایک موقع پر آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے ساتھ حسد ظاہر کیا تو حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"میں اخند زادہ صاحب کو پہچانتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا ولی ہے کہ میں ان کی داڑھی کے ایک بال کے ساتھ مرزا محمد (یعنی اپنے سسر) کو، اس کے تمام گھر والوں کو، اس کی بیٹی (یعنی اپنی زوجہ کو) اور اس کے دونوں نواسوں (یعنی اپنے صاحبزدگان) کو برابر نہیں کرتا"۔

بشارات (مرشد کریم کی زبانِ درفشان سے)

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے شیخ علیہ الرحمۃ نے بہت سی بشارات سے نوازا جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) حضرت اخند زادہ مبارک اخص الخواص ولی ہیں۔

۲) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محمدی المشرب ولی ہیں۔

۳) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محبوب و مراد ولی ہیں۔

۴) آپ (مبارک صاحب علیہ رحمۃ) کی طرح کے اولیاء قرونِ متطاولہ (بہت زمانوں) میں ایک پیدا ہوتے ہیں۔

۵) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) مقربین کے زمرے میں سے ہیں۔

۶) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مقبول میرا مقبول ہے اور رَد کیا ہوا میرا رَد کیا ہوا ہے۔

۷) میں (محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ) اور اخندزادہ (سیف الرحمٰن) صاحب ایک تن دو وجود کے نام ہیں۔

۸) اخندزادہ صاحب قیوم زماں ہیں۔

۹) اخندزادہ میرے بھائی اور میرے کمالات کے ردیف ہیں۔

۱۰) اخندزادہ صاحب بہت سارے فقہی مسائل میں میرے استاد ہیں۔

۱۱) اخندزادہ صاحب سورج کی مثل ہیں، جس طرف جاتا رہتا ہے اندھیرے ختم ہوتے جاتے ہیں اور روشنی پھیلتی جاتی ہے۔

اپنے شیخ کی بارگاہ میں انکساری

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ ان کے امر پر قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے تھے۔ تلاوت کرتے ہوئے آپ علیہ الرحمۃ نے سورۃ الانعام کی آیت کریمہ کے یہ الفاظ پڑھے: دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (الأنعام ۱۶۱) حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چونکہ غیر کوفین کی قرأت حفظ تھی۔ لہٰذا ان کے مطابق اس مذکورہ جزوِ آیت کا دوسرا لفظ قَیِّمًا بنتا تھا جبکہ مصاحف (قرآنی نسخوں) میں کوفین کی قرأت لکھی گئی ہے قِيَمًا (بکسرۂ قاف و فتحۂ یاء) تو حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے جب قِيَمًا پڑھا تو مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: قِيَمًا نہیں بلکہ قَیِّمًا پڑھو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اس وقت غیر کوفین کی یہ قرأت یاد نہیں تھی تو آپ نے قرآن کریم کے اس لفظ پر قرأت کوفین قِيَمًا کے تلفظ کرنے کی جرأت نہیں کی اور احناف کے امام

حضرت امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قرأت پر اکتفاء کیا اور مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کارد نہیں کیا بلکہ آپ علیہ الرحمۃ نے توقف اور سکوت اختیار فرمایا۔ چونکہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت بیمار تھے اور شدتِ مرض میں حوصلہ وبرداشت کی کمی ہوتی ہے، علاوہ ازیں آپ موسوی المشرب جلالی طبیعت بھی تھے اور حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بے پناہ محبت بھی تھی، ان وجوہات کی بناء پر آپ طبعی طور پر کچھ ناراض ہوگئے۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی سے پہلے میں دو قسم کا فیض محسوس کرتا تھا، ایک بلاواسطہ اور ایک بالواسطہ تو جو فیض بلاواسطہ محسوس کر رہا تھا وہ توجوں کا توں رہا مگر جو فیض ونور میں مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے محسوس کر رہا تھا وہ نہیں رہا۔

باوجود یہ کہ حضرت سیدی مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حق پر تھے مگر شیخ کی ناراضگی پھر بھی باعثِ نقصان رہی۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے منہ میں گھاس پکڑا اور اپنی گردن میں رسی ڈالی، اس حالت میں مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمرے میں معافی مانگنے کے لئے گئے۔ مولانا صاحب نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا تو اتنے خوش اور ایسے راضی ہوئے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس ایک مسند پر بٹھایا اور فرطِ محبت کا اظہار فرمایا۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے ارشاد فرمایا کہ "اخندزادہ صاحب! کیا وجہ تھی کہ حق بجانب آپ تھے مگر پھر بھی ناراض میں ہو گیا؟"

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: "قربان! چونکہ آپ بیمار ہیں اور بیماری میں قوت برداشت کم ہوتی ہے، اس لئے آپ ناراض ہو گئے"۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اخندزادہ صاحب! عفو مانگنے کا یہ طریقہ آپ نے کہاں سے یاد کیا تھا؟"۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: "قربان! یہ طریقہ میں نے حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یاد کیا تھا، جب امتحاناً بغیر کسی موجب کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اپنے جوتوں کے ساتھ سر پر مارا اور اپنے آستانے سے نکال دیا تو وہ مبارک (شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) رات کو آئے اور امیر کلال قدس سرہٗ کے دروازے کے سامنے مٹی میں لیٹ گئے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب فجر کی نماز کے لئے نکلے، رات کے اندھیرے میں دروازے کے سامنے راستے میں پڑے ہوئے شخص پر نظر پڑ گئی تو فرمانے لگے: کیستی؟ (کون ہو؟) شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: "سگِ دربار شما، بہاؤالدین استم" (آپ کے دربار کا کتا، بہاؤالدین ہوں)

خدمتِ شیخ

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ جتنے عرصہ تک اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں رہے تو اذان دینا، امامت کرنا، خانقاہ کی صفائی کا اہتمام کرنا، بچوں کو قرآن مجید اور درسی کتب پڑھانا، آنے والے سالکین کو آداب طریقت اور سلوک کے اہم مسائل سمجھانا، ان کو توجہ کرنا یہ سب آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی ذمہ داری تھی۔

علاوہ ازیں مرشدِ گرامی کے گھر والوں اور خانقاہ کے اخراجات کا مصرف بھی آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اٹھاتے تھے۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے تو میں ادھار لے کر یہ مصارف پورے کرتا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ادھار کی رقم واپس کرنے کے لئے مجھے مشکل کا سامنا ہوا، لوگ (قرض خواہ) اپنے اپنے پیسے مانگنے لگے تو میں نے مجبور ہو کر مرشد مبارک سے اجازت طلب کی کہ گھر جا کر اپنی زمین کا کچھ حصہ فروخت کر کے قرض ادا کر سکوں۔

پیر بھائیوں پر شرف

مولانا محمد رحمان صاحب جو کہ ہمارے گاؤں کے قریب باغیچہ ڈھیری افغانی کیمپ میں رہائش پزیر تھے، اسی کیمپ کی ایک مسجد میں امام اور پرائمری سکول میں ٹیچر تھے۔ وہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید اور فارسیات میں شاگرد تھے۔ وہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صحبت یافتہ بھی تھے۔ انہوں نے مجھے (راقم الحروف کو) واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر پیر بھائیوں کی آپس میں بحث چھڑ گئی کہ حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کے پاس روحًا تشریف لاتے ہیں یا جسدًا۔ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مؤقف یہ تھا کہ ان کی روح جسدی صورت میں اولیائے کرام کے پاس آتی ہے جبکہ دیگر پیر بھائیوں کا مؤقف تھا کہ آپ جسدی صورت اختیار کئے بغیر روحًا تشریف لاتے ہیں۔ اتنے میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک دوسرے سفید ریش بزرگ بھی تھے۔ آپ نے ان کو اپنی جگہ پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ تھوڑی دیر تک آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر وہ سفید ریش بزرگ رخصت ہونے لگے تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ساتھ باہر

دروازے تک گئے۔ جب واپس آئے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ تم لوگ اخندزادہ صاحب کے ساتھ کس بات پر بحث کر رہے تھے؟ یہ تھے حضرت خضر علیہ السلام! تم سب نے دیکھ لیا کہ اُن کی روح جسدی صورت میں آئی تھی۔

انہوں (مولانا محمد رحمان) نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اخندزادہ صاحب کے پاس میں جن دنوں پڑھ رہا تھا، روزانہ آپ کے پاس آنا جانا ہوتا تھا، یعنی صحبت زیادہ تھی۔ میں جب بھی اخندزادہ صاحب کی خلوت میں داخل ہوتا اور آپ اکیلے میں ہوتے تو آپ کو روتا ہوا پاتا۔

محمدی المشرب ہونا

صاحبزادہ محمد سعید حیدری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن ہی سے صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض امور میں آپ کو امر فرماتے تھے کہ مراقبہ کرکے فلاں بزرگ سے فلاں کام کے بارے میں پوچھ لیں کہ ان کا کیا مشورہ ہے۔

ایک بار آپ نے صاحبزادہ حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ تم مراقبہ کرکے دیکھ لو کہ میرا مشرب کون سا ہے اور اخندزادہ صاحب (سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مشرب کون سا ہے؟ آپ نے جب مراقبہ کیا تو عرض کرنے لگے کہ میں نے ایک بڑا بکس (صندوق) دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا:

"ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں نے اسے کھولا تو اس کے اندر دو خانے بنے تھے، دونوں خانوں میں پرچیاں پڑی تھیں۔ ایک پرچی پر لکھا تھا: "مولوی محمد ہاشم بن محمد وزیر موسوی المشرب" دوسری پرچی میں لکھا ہوا تھا: "سیف الرحمٰن بن سرفراز خان محمدی المشرب" تو مولانا محمد

ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے اس کشف کی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعی میں موسوی المشرب ہوں اس وجہ سے میری طبیعت میں جلال زیادہ ہے اور اخندزادہ صاحب محمدی المشرب ہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی علمی شان

ایک عالم کے ساتھ دلچسپ مکالمہ

سرحد کے ایک مشہور عالم دین و شیخ الحدیث کے ساتھ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مباحثہ ہوا۔ اس شیخ کے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں شاگرد پاکستان و افغانستان میں موجود ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے گفتگو کے دوران اُن سے پوچھا: ''مولوی صاحب! یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) ان علماء سے کون سے علماء ہیں؟''۔

مولوی صاحب نے کہا: ''یہی جو مدارس میں درس و تدریس میں مشغول ہیں''۔

آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مدارس میں تو رافضی (شیعہ) اور خارجی (وہابی) بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں؟''

مولوی صاحب نے کہا: ''نہیں حضرت عقیدے کی درستگی شرط ہے''۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''مولوی صاحب اگر کسی مولوی کا عقیدہ درست ہے مگر علم پر عمل نہ ہو، کیا وہ انبیاء علیہم السلام کا وارث ہو گا؟ کہ اس کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِینَ حُمِّلُوا التَّوْرَاۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ أَسْفَارًا (لجمعۃ ۵)

(جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے) یعنی بے عمل عالم کی مثال اللہ تعالیٰ نے گدھے کے ساتھ دی ہے''۔

مولوی صاحب نے کہا: ''نہیں حضرت وراثت کے لئے علم پر عمل کرنا بھی لازمی ہے''۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ''مولوی صاحب! اگر کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہو مگر اس کے عمل میں اخلاص نہ ہو تو کیا وہ وارث انبیاء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ حدیث مبارک میں قاری (عالم) شہید اور سخی کے بارے میں آیا ہے کہ ان کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا، اس وجہ سے انہوں نے عمل تو کیا ہو گا مگر ان کے عمل میں اخلاص نہ ہو گا''۔

عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان اول الناس یقضی یوم القیامة علیه رجل استشهد فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال قاتلت فیک حتی استشهدت قال کذبت ولکنک قاتلک لان یقال جرئ فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی في النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فیأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فیک القرآن قال کذبت ولکنک تعلمت العلم لیقال عالم وقرأت القرآن لیقال هو قارئ فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی في النار ورجل وسع الله علیه واعطاه من اصناف المال کله فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیها الا انفقت فیها لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال هو جواد فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه ثم القی في النار۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے جس کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا وہ شہید راہِ حق ہے۔ اس کو سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کروائے گا جن کو وہ پہچان لے گا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ اس (شہید) سے دریافت کرے گا کہ تونے اس سلسلے میں کیا عمل کیا تو وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔ رب تعالیٰ فرمائے گا تونے غلط کہا، تونے

4 صحیح مسلم: باب من قاتل للریاء حدیث نمبر ۵۰۳۲

جنگ اس لئے کی کہ تو بہادر کہلائے اور تجھے یہی کہا گیا۔ اس کے بارے میں فیصلہ ہو گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا، قرآن پاک پڑھا اس کو بھی لایا جائے گا۔ اس کو بھی نعمت الٰہی بتائی جائے گی جس کا وہ اعتراف کرے گا۔ رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تو نے غلط کہا، تو نے علم اس لئے سیکھا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے اور لوگوں نے تجھے یہی کہا۔ پھر اس کے بعد اس کے بارے میں حکم ہو گا اور اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ایک وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو دولت سے نوازا، انواع واقسام کے مال دیئے، اس کو لایا جائے گا۔ اس کے سامنے بھی نعمتوں کا تذکرہ کیا جائے گا، اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اس سے رب کریم فرمائے گا: تو نے اس مال سے کیا کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: مولا میں نے کوئی راہ نہ چھوڑی اور جہاں جہاں تیری رضا کے حصول کے لئے مال خرچ کر سکتا تھا کیا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تو غلط کہتا ہے، تو نے میری رضا کے لئے نہیں بلکہ مال اس لیے خرچ کیا کہ تو سخی کہا جائے۔ پس اس کے لئے حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

مولوی صاحب کہنے لگے: نہیں حضرت عمل کے ساتھ اخلاص بھی شرط ہے، تب وراثت آئے گی۔

یعنی وراثتِ انبیاء کے لئے اعتقاد کی درستگی، علم، علم پر عمل اور عمل میں اخلاص شرط ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: مولوی صاحب! ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ ورثاء وہی ہیں جو مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اب اتنی ساری شرطیں لگا دیں؟

مولوی صاحب کہنے لگے: حضرت! اتنی باریکیاں آپ جیسے لوگ سمجھتے ہیں، ہم نہیں۔
پھر آپ علیہ الرحمۃ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص کی یہ عظیم دولت ملتی کہاں سے ہے؟
وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص مخلصین کی صحبت سے ملتا ہے۔

ہیچ چیزے نفس را نکشد جز ظلِّ پیر
دامنِ ایں نفس کُش را سخت گیر

جزئیات فقہ پر عبور

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو فقہ کی جزئیات پر ایسا عبور حاصل تھا کہ ہم جو بھی مسئلہ آپ سے پوچھتے، آپ اس کا آسانی سے جواب دیتے اور اگر کسی مسئلہ کی دلیل دریافت کرتے تو فورًا کتاب کا حوالہ دیتے۔

صاحبزادہ علامہ و مولانا حمید جان سیفی صاحب مبارک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تعویذ کے بارے میں مجھے شک پڑ گیا کہ اس کو چمڑے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اگر کوئی فائدہ ہے تو اس کی دلیل کہاں ہے؟ میں نے حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا تفسیرِ جمل کے آخر میں دیکھو، یہ مسئلہ موجود ہے۔ میں نے تفسیرِ جمل میں دیکھا۔ جہاں آپ نے فرمایا تھا اسی جگہ یہ مسئلہ لکھا ہوا تھا کہ تعویذ چمڑے میں بند ہو جائے تو ایسا ہے جیسے حافظ کے سینے میں قرآن مجید یعنی پاکی و ناپاکی دونوں حالتوں میں جسم پر، گلے میں یا بازو پر رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظات

حضرت سیدی مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا تعارف کچھ یوں بیان فرماتے تھے:

"میں فقیر سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن قاری محمد حیدر، حنفی مذہبًا، نقشبندی مشربًا، ماتریدی اعتقادًا، کوٹ ننگرہار مولدًا، ارچی ترکستان مسکنًا، باڑہ کھجوری (خیبر ایجنسی) تمام اہل اسلام کو عمومًا اور علمائے کرام ومشائخ عظام کو خصوصًا یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں۔ تمام سرزمین پر اپنے آپ سے باعتبار ذوق کوئی اور مجھے ادنیٰ ترین نظر نہیں آتا اور میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں اور اصول وعقائد میں اہل سنت وجماعت کے عظیم پیشوا حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تابع ہوں اور تصوف وطریقت میں حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاؤالدین شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات کا تابع اور انہی بزرگانِ دین کا بالواسطہ مرید ہوں۔

اولیائے کرام اور فقرائے حقیقی اصولاً و فروعًا، ظاہرًا و باطنًا، قلبًا و لسانًا اور عناصرًا متابعتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود بھی مزین ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی انہی مذکورہ درجاتِ متابعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

پیر کے کمالات مریدوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر مریدوں میں اتباعِ شریعت، حیاتِ لطائف، وجد وحال اور علوم ومعارف موجود ہیں تو یہ پیر کے کمالات کا ثمرہ ہیں۔

جیسے ایک قابل اور لائق شاگرد سے اس کے استاد کی قابلیت اور علمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
لیکن اگر مریدوں میں کوئی حال باطنی کمالات اور علوم و معارف موجود نہیں تو یہ پیر کے ناقص یا نا مکمل ہونے کی دلیل ہے البتہ مرید میں خلوص اور آدابِ شیخ کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت کا موجود ہونا شرط ہے۔

بے ادب، کاذب (جھوٹا) اور مخالفِ شریعت مرید اپنے پیر کے باطنی کمالات سے فیض یاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان برائیوں سے سچی توبہ نہ کر لے۔

آپ علیہ الرحمۃ ھدایت الابرار نامی کتاب کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ:
"ایک شخص کی استعداد کو ضائع کرنا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کسی اولوالعزم پیغمبر کو شہید کرنا یا ستر کُمل اولیائے کرام کو قتل کرنا"۔

اپنے متعلقین کو نمازِ تہجد کی اہمیت سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ:
"صحت کی حالت میں جب کبھی میری تہجد کی نماز چھوٹ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جمعہ کی نماز فوت ہو گئی ہو اور اب جب کہ ضعف غالب ہے اور کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوا ہوں تو اب اگر تہجد کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وقتی نماز فوت ہو گئی ہو"۔

باعمل بد عقیدہ سے بے عمل خوش عقیدہ ہے۔

شریعت اصل ہے یعنی جڑ، طریقت شاخیں اور حقیقت پھل ہے۔

شریعت کی مثال درخت کے تنے کی ہے، طریقت کی مثال شاخوں کی سی ہے، اگر کسی درخت کی شاخیں کاٹ دی جائیں تو اس پر پھل کیسے آئے گا۔

شریعت اور طریقت ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں جیسے ظہر و بطن یعنی پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے۔

رسوخ کا مقام شریعتِ محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع سے وابستہ ہے اور درجات ولایت کا حصول بھی اتباعِ شریعت پر موقوف ہے۔

اخلاص کے ساتھ علم و عمل کا امتزاج رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

جو سنت پر پوری طرح کاربند ہو، خلافت اس کا حق ہے۔

رسوم و رواجات کو چھوڑ کر سنتِ نبوی کو اپنائیں، اسی میں دونوں جہان کی بہتری کا راز مضمر ہے۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو ایسے عالم کی مثال گدھے جیسی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔

عالمی سطح پر غلبۂ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اپنے حالات، اختیارات اور وسائل کو بروئے کار لا کر فروغِ اسلام کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ ہر شخص کم از کم اپنے وجود پر پہلے مرحلے میں نظامِ اسلام کو عملاً نافذ کرے۔ اس سے پورے معاشرے میں نیکی کے گلاب کھلیں گے اور سارا ماحول معطر و معنبر ہو جائے گا۔

میرے پاس ہزاروں لوگوں کا آنا جانا ہے لیکن مجھے خوشی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اللہ کی معرفت کے لئے میرے پاس آتا ہے۔

طلبِ جنت میں لوگوں کی تین جماعتیں ہیں:

ایک جماعت جنت کو اس لئے طلب کرتی ہے کہ وہ دائمی نعمتوں اور آرام اور راحت کی جگہ ہے، یہ جماعت عوام الناس کی ہے۔ دوسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں، نہ جہنم سے بچنے کی فکر میں ہیں، بس ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ جماعت خواص اولیاء کی ہے۔ تیسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں مگر اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی جگہ ہے اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی ناراضگی اور قہر و غضب کی جگہ ہے۔ یہ تیسری جماعت اخص الخواص اولیاء کی ہے۔

اخلاص کا ایک مفہوم یہ ہے کہ باطنی بیماریاں ختم ہو جائیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو ہیچ جانا جائے، لوگوں کی تعریف و تنقید کو اہمیت نہ دی جائے اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی بسر کی جائے۔

جو لقمۂ حلال ایک صوفی عارف کھاتا ہے تو اس سے نور و برکت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ صوفی کھانا اپنے نفس کے لئے نہیں کھاتا بلکہ عبادت کے لئے قوت کی خاطر کھاتا ہے، اسی طرح جب ایک غافل اور سخت دل انسان کھانا کھاتا ہے تو بوجہ غفلت و خوشیٔ نفس اس سے ظلمت اور تاریکی حاصل ہوتی ہے کہ اس کے کھانے میں خالق کی مرضی کے خلاف نیتیں شامل ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ سیدی و مرشدی مبارک سرکار گھر تشریف لائے تو آپ نے ٹیپ پر ذکر والی نعت کی آواز سنی، دائیں بائیں دیکھا تو کوئی موجود نہ تھا، آپ نے پوچھا کہ یہ نعت کس نے لگائی ہے؟ جواب ملنے پر آپ نے اس خاتون خانہ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ آپ نعت لگا کر کیا کر رہی تھیں؟ جواب ملا کہ گھر کا کام کاج۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی نعت لگاؤ تو حضورِ قلبی کے ساتھ بیٹھ کر متوجہ ہو کر سنو

اور فیض طلب کرو، نعمت لگا کر کام کاج میں لگ جانا اور قلبی حضور نہ رکھنے سے قساوتِ قلبی پیدا ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور قلبی عطا فرمائے اور قساوت قلبی سے محفوظ فرمائے، آمین، بحوالہ صاحبزادہ سید احمد حسن باچا سیفی دامت برکاتہم العالیہ)

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے تاثرات

سہ ماہی مجلہ ''انوارِ رضا'' سن ۲۰۰۸ء کے تیسرے شمارے کے مطابق چیف ایڈیٹر مجلہ ھذا ملک محبوب الرسول قادری جب حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے انٹرویو لے رہے تھے تو کیے گئے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ آپ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

''مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو میں اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو یہ سارا خطہ وہابیت سے بھر جاتا۔ وہ ولی کامل، عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، محقق عالم اور مجاہد تھے۔ وہ امامِ وقت اور مردِ کامل تھے۔ وہ ماتریدی تھے، میں بھی ماتریدی ہوں، امامِ اعظم کے وہ بھی مقلد تھے، میں بھی مقلد ہوں وہ ہمارے بزرگ اور رہنما ہیں۔ ولایت میں وہ اعلیٰ مقام کے حامل انسان تھے، وہ پٹھان تھے، میں بھی پٹھان ہوں، وہ قندھار کے تھے، میں قندوز کا رہنے والا ہوں۔ میں عقیدے، مذہب، قوم اور علاقہ ہر اعتبار سے ان کے موافق ہوں''۔

کنزالایمان پڑھانے کا حکم

حضرت میاں محمد حنفی سیفی صاحب مبارک (راوی ریان شریف) جو کہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مدرسے میں طالبات کو قرآن مجید کا کونسا ترجمہ پڑھایا جارہاہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میری اہلیہ نے ضیاء القرآن منگوایا تھا۔ آپ نے میری بات قطع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں، قرآن کریم کے اردو تراجم میں سب سے بہتر ترجمہ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ آپ کنزالایمان طالبات کو پڑھائیں۔ اللہ کا شکر ہے جب گھر آکر میں نے اپنی اہلیہ سے ذکر کیا کہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے کنزالایمان پڑھانے کا امر فرمایا ہے تو میری اہلیہ نے بتایا کہ شکر ہے، ہم تو پہلے ہی کنزالایمان طالبات کو پڑھارہے ہیں۔

خواتین کے ارشاد و تبلیغ پر آپ کا ایک مدلل مکتوب

عمدۃ المکتوب علیٰ اجازۃ ارشاد السالکات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوساطت عزیز الوجود ارجمند پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی بنام عارفہ صادقہ مبلغہ بی بی سیدہ تسنیم کوثر ہاشمی بنت صلبیہ مولانا عبد الرحمٰن و عذرا شمیم سیفی و مسرت جبیں ہاشمی سیفی (دارالعلوم سیفیہ رحمانیہ للبنات الاسلام ادھوال کلاں نزد سروس موڑ گجرات)

یہ مکتوب ایک سوال کے جواب میں ہے۔

سوال: بعض فتنہ انگیزوں نے یہ فتنہ شائع کیا ہے کہ عورتیں منصبِ ارشاد کے لائق نہیں ہیں اور گزشتہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں ملتی جس نے مخلوقِ خدا کے افادہ کے لئے کام کیا ہو۔

منکرین کے اس جھوٹے پراپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے ہم آپ کی صحیح ہدایت کے منتظر ہیں۔

الجواب:الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا خط موصول ہوا، بہت خوشی ہوئی کیونکہ اکثروا اخوانکم فی الدین (اپنے دینی بھائیوں کی کثرت کرو) کے تحت ہماری بھی یہی خواہش ہے اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ (القصص ۳۵) (ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ذریعے تقویت دیں گے) بھی اسی معنیٰ کی تائید کرتی ہے، اور فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (البقرۃ ۱۴۸) إِلَی مَغْفِرَۃٍ مِنْ رَبِّکُمْ (آل عمران ۱۳۳) (نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو اور اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے میں سبقت لے جاؤ) کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں بلند ہمت اور سخت محنت دکھانی چاہیئے اور گھاٹا پانے والوں کی پریشان کن باتوں سے حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے کیونکہ کل یعمل علی شاکلتہ (سب اپنے انداز پر عمل کرتے ہیں) اس جیسے معاملات میں سخت مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔ جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں چلتا۔ ان مخالفین کی بری حالت کا سبب ان کی یہی بے سروپاباتیں ہی ہوں گی۔ مَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُورًا فَمَا لَہُ مِنْ نُورٍ (النور ۴۰) (جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے، اس کے لئے نور نہیں) جو کام اپنے آپ کو درپیش ہو اس کو پورے اہتمام سے سرانجام دینا چاہیئے اور اغیار سے چشم پوشی بہتر ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

المختصر نہ صرف یہاں کے بلکہ پورے ملک کے علماء زینۃ الملک والشہادہ ہیں اور شریعت کی ترویج وترقی انہی کی عمدہ کوششوں سے ہی ممکن ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) بعض احباب جو کہ دولت شہود اور وجدانی ذوق کی لذت سے بے بہرہ ہیں، انوار و تجلیات اور قربِ خداوندی کے مقامات ان پر ابھی منکشف نہیں ہوئے، وہ عارفہ وسالکہ خواتین کے خلیفہ بنائے جانے

اور ان کی دعوت و ارشاد پر اعتراض و انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان معارف کی حقیقت سے آشنا فرمائے اور ہمیں اور ان کو اس آزمائش سے نجات عطا فرمائے۔

معترضین کے یہ اعتراضات نصوص اور سلف و خلف صالحین کے اسوہ کے خلاف ہیں۔

الکتاب میں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتا ہے اور ان کے اخبار و احوال کو جانتا ہے نیز ان کے اقوال و افعال سے واقف ہے، اس پر عیاں ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے اختیار فرمایا اور امت کو بھی اسی حالت پر ابھارا اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بدعتوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کی اگرچہ ان میں سے بعض مستحسن بھی تھیں۔

المختصر عارف محقق اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

اس راز کے ظاہر کرنے میں بلند ترین مقصد ایمان، اسلام اور اس احسان کے کمال کو ثابت کرنا ہے، جس کو حق الیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سے خاص طور پر سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے یہ مضبوط رسی تھام رکھی ہے۔

اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں کہ جان لیجئے کہ طریقہ نقشبندیہ اصلاً صحابہ کا طریقہ ہے۔ نہ تو انہوں نے اس میں اضافہ کیا اور نہ کمی۔ یہ اپنے آپ کو رنگ میں رنگنے اور پھر منعکس ہونے کا طریقہ ہے جس کے حصول میں بوڑھے بچے سب برابر ہیں اور اس کی فیض رسانی کرنے میں زندہ و مردہ سب برابر ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی شیخ کے دامن کو نہ تھاما جو کہ اس کو اس سے نکلنے میں رہنمائی کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ آدمی بغیر شیخ کے طریقہ علاج حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ایک ہزار کتاب حفظ کرے۔ لہٰذا یہ کہنے میں احتیاط کریں کہ صوفیاء کا طریقہ کتاب و سنت کا طریقہ نہیں کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ یہ سارا طریقہ اخلاقِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہے۔ اس کا گوشت پوست (ظاہر و باطن) اخلاق محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہے''۔

قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الأحزاب ٢١)

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ٢٩)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ٣٥)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمان بردار اور فرمان برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات ٥٦)

اور میں نے جِنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔

ان آیات کے عموم کی وجہ سے عورتوں کی نفی کبھی متصور ہی نہیں ہو سکتی بلکہ تمام اعمال میں مرد وزن برابر ہیں لیکن ہاں اس اعتبار سے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے، اس لیے ان کو منصبِ نبوت ورسالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قربِ خداوندی میں بعض عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدم ثابت ہوئی ہیں، بلکہ بعض عورتیں مردوں سے سبقت لے جاتی دکھائی دیتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی نے اپنی کتاب "نفحات الانس" میں "ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال" کے نام سے علیحدہ باب ذکر کیا ہے اور صاحبِ فتوحات "فتوحات" کے ۷۳ویں باب میں اللہ والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

کل ماتذکرہ من ھولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منھم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال۔

جو تمام تذکرہ ہم نے مردوں کے متعلق مردوں کے نام سے کیا ہے، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں، لیکن مردوں کا ذکر غالب تھا۔ (اس لیے مردوں ہی کا تذکرہ کیا، عورتوں کا نہیں)

نیز ارشاد فرمایا:

قیل لبعضھم کم الابدال قال اربعون نفسا قیل لہ لم لاتقول اربعون رجلا فقال فقد یکون فیھم النساء۔

کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو فرمایا کہ چالیس نفوس ہیں۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ نے چالیس مرد کیوں نہیں فرمایا (چالیس نفوس کیوں کہا؟) فرمایا: کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن اسلمی صاحب طبقات المشائخ نے عابدہ اور عارفہ عورتوں کے احوال کے متعلق ایک علیحدہ کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں کئی خواتین کا ذکر کیا ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

ولو کان النساء کما ذکرنا ‏ ‏ ‏ ‏ لفضلت النساء علی الرجال

اگر عورتیں ان مردوں کی طرح ہو جائیں جن کا ہم نے ذکر کیا تو وہ مردوں پر فضیلت لے جائیں۔

فلا التانیث لاسم الشمس عیب ‏ ‏ ‏ ‏ ولا التذکیر فخر للھلال

نہ تو (لفظ) شمس کا مؤنث ہونا عیب کی بات ہے اور نہ ہی (لفظ) ہلال کا مذکر ہونا قابلِ فخر بات ہے۔[5]

ا۔ رابعہ عدویہ: از اہل بصرہ بود سفیان ثوری از و مسائل می پرسید و موعظت و دعای وی رغبت می نمود رابعہ گفتہ است کہ ہر چیز را ثمرہ ایست و ثمرہ معرفت روی بخدا آوردنست۔

---

[5] نفحات، ص ۲۱۵

ترجمہ: رابعہ عدویہ رحمہ اللہ اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور ان کی نصیحت اور دعا کے طالب رہتے تھے۔ حضرت رابعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) فرماتی ہیں کہ ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور معرفت کا پھل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

۲۔ مریم البصریہ از اہل بصرہ است در عصر رابعہ بودہ وباوی صحبت داشتہ وبعد از رابعہ چند گاہ زیستہ وچون سخنان محبت شنیدی مست وبیخود گشتی۔ روزی از محبت سخن میگفتند زہرہ وی۔۔ ودر مجلس جان بداد۔ ص ٦١٦ نفحات

ترجمہ: مریم البصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ بھی اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی ہم عصر تھیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہیں۔ جب بھی محبت الٰہی کی باتیں سنتیں تو بے خود و مست ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک دن لوگ محبت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی محفل میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔[6]

۳۔ رابعہ شامیہ: زوجہ احمد بن ابی الحواری بود گاہی بودی عشق ومحبت غلبہ وگاہی انس وگاہی خود درحال غلبہ می محبت میگفت۔

ترجمہ رابعہ شامیہ: آپ حضرت احمد بن حواری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی زوجہ تھیں کبھی آپ پر عشق کا غلبہ ہوتا کبھی انس کا اور کبھی خوف کا جب محبت کا غلبہ ہوتا تو کہا کرتی تھیں۔

[6](نفحات ص ٦١٦)

حبیب لیس یعدله حبیب　　　وما لسواہ فی قلبی نصیب

ترجمہ: میرا دوست ایسا ہے جس کے مقابلے کا کوئی دوست نہیں اور میرے دل میں اس کے علاوہ کسی کا حصہ نہیں۔

حبیب غاب عن عینی و جسمی　　　و لکن عن فوادی لا یغیب

ترجمہ: (میرا) محبوب میری آنکھ اور جسم سے دور ہے لیکن میرے دل سے دور نہیں۔

انس کے حال میں کہا کرتیں:

و لقد جعلتک فی الفواد محدثی　　　و بحت جسمی من اراد جلوسی

ترجمہ: تجھے میں نے اپنے دل میں گفتگو کا مرکز بنالیا ہے اور اپنے جسم سے باتیں اس کے لیے روا کر دی ہیں جو میرے بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فالجسم منی للجلیس موانس　　　حبیب قلبی فی الفواد انیسی

ترجمہ: میرا جسم میرے ہم نشین کا غمگسار ہے اور میرے دل کا دوست میرے دل کا ساتھی ہے۔

خوف کے حال میں کہا کرتیں:

و زادی قلیل لا اراہ مبلغی　　　اللزاد ابکی ام بطول مسافتی

ترجمہ: میرا زادراہ کم ہے۔ مجھے اپنی منزل ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ کیا میں زادراہ کے لیے روتی ہوں یا طویل سفر کی وجہ سے۔

اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنی　　　فاین رجائی منک این مخافتی

ترجمہ: اے میری امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلا ڈالے گی، میں نے کہاں تم سے امید لگائی ہے اور کہاں تم سے ڈرتی ہوں۔

۴۔ فاطمہ نیشابوریہ از قدماء نساء خراسان بودہ است واز کبار عارفات رحمہ اللہ تعالیٰ یک از مشائخ ذوالنون راپرسید کہ رابزرگ تردیدی از این طائفہ گفت زنی بود درمکہ کہ ویرافاطمہ نیشابوریہ میگفتند در فہم معانی قرآن سخنان میگفت کہ مراعجب می آمدوی گفتہ من عمل لله على المشاهدة فهو عارف ومن عمل على مشاهدة الله اياه فهو المخلص۔

ترجمہ: فاطمہ نیشاپوریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ خراساں کی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور بڑی بڑی عارفات میں سے ایک تھیں۔ کسی بزرگ نے حضرت ذوالنورین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھااس عارفوں کے گروہ میں سے آپ کوبزرگ ترین ہستی کونسی نظر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک خاتون دیکھی تھیں۔ لوگ اسے فاطمہ نیشاپوریہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن کے ایسے معانی بیان کرتیں کہ میں حیران ہوجاتا تھاوہ فرماتی تھیں۔

جس شخص نے اللہ کے لیے اس کو دیکھ کر عمل کیا وہ عارف ہے اور جس نے یہ سمجھ کر عمل کیا کہ اللہ اس کو دیکھ رہاہے وہ مخلص ہے۔

۵۔ فاطمۃ البروعیۃ در اروبیل بودہ كانت من العارفات المتكلفات بالشطح بعض از مشائخ ویرااز قول صلی اللہ علیہ وسلم کہ از حق سبحانہ حکایت کردہ است کہ "انا جليس من ذكرني، سوال کرد بگفت۔ ان الذكر ان تشهد ذكر المذكور لك مع دوام ذكرك له فيفني ذكرك في ذكره له ويبقى ذكره لك حين لا مكان ولا زمان۔[7]

---

[7] نفحات، ص ۶۳۳

فاطمہ البروعیۃ اروبیل کے علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مقام شطح کی عارفہ خواتین اور متکلمات میں تھیں کسی اللہ والے نے آپ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی (جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں)

آپ اس کے متعلق کیا فرماتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ذکر یہ کہ تو ہمیشہ مذکور کے ذکر میں کمر بستہ رہے اور تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے اور پھر اسی کا ذکر تیرے لیے وہاں باقی رہ جائے جہاں نہ مکاں ہے نہ زماں۔

پس ہیچ شکی نیست لہ در طی مقامات قرب خداوندی و حصول خلعت ارشاد نسواں بارجال طریق متساوی اند حضرت مجدد حضرت صاحب قدس اللہ سرہ در آخر مکتوب چنین تحریر فرمودہ است مخدوماً اکابر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہمین راہ نامسلوک را اختیار کردہ اند وآن راہ نامعہود در طریقہ این بزرگواران را معہود گشتہ است وعالم عالم را ازین راہ بتوجہ وتصرف بمطلب میرسانند این طریق راوصول لازم است اگر مراعات پیر مقتدا نمودہ اید چہ درین طریق پیر وجوان در فصول برابرند ونساءصبیان متساوی بلکہ موتی نیز ازین دولت امیدوارند حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودہ اند کہ از حق سبحانہ وتعالیٰ طریقی خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد وحضرت خواجہ علاؤالدین عطار کہ خلیفہ نخستین ایشان است درین معنی این بیت میخواند۔

گر نہ شکستی دل دربان راز	قفل جہان ہمہ بکشاوی

ثبتنا اللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاء الاکابر از نعمت معرفت نساء را فرو نگذاشت بلکہ علاوہ بر نسوان طائفہ پیر وجوان وبلکہ صبیان واموات را نیز سہیم وشریک نشان دادند۔ برای تشفی منصف ہمین قدر

بس است واگر تصریح مزید میطلبند لابدی است کہ از دیگر کتب معتمدہ قوم در اثبات ارشاد نسوان عارفات حجتی را بمیان آریم۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ قرب خداوندی کے مقامات طے کرنے میں اور خلعت وارشاد کے حصول میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔ حضرت مجدد قدس اللہ سرہ مکتوب نمبر ۳۰۰،ج ا، کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر معروف راہ ان بزرگان کے طریقہ میں معروف راہ بن چکی ہے۔ یہ بزرگ اپنی توجہ اور تصرف سے ایک دنیا کو منزل مقصود تک پہنچادیتے ہیں۔ یہ راہ ایسی ہے جس میں منزل مقصود تک پہنچنالازمی ہے مگر پیر کی توجہ رہنمائی کرے تو پھر کیا بوڑھے کیاجوان کیا عورتیں کیابچے سب مقصود کے حصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے حصہ پاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندرحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایساطریقے عطاکیے جانے کی درخواست کی جویقینی طورپراس (اللہ تعالیٰ)تک پہنچانے والاہو۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوکہ آپ کے پہلے خلفاءمیں سے ہیں،نے اسی معنی میں یہ شعر پڑھاہے:

گرنہ شکستی دل دربان راز　　　　قفل جہان راھمہ بکشادی

ترجمہ:اگرتوراز کے دربان کی دل شکنی نہ کرتاتوتودنیاکے تمام تالے کھول سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے طریقہ پرثابت قدمی عطافرمائے۔

معرفت کی نعمت سے عورتوں کو دور نہ رکھیں بلکہ عورتوں کے علاوہ بزرگ، نوجوان بلکہ اور مردوں کے متعلق بھی یہی سمجھیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک وحصہ دارہیں ان لوگوں (مخالفین)

کی تسلی و تشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر وہ مزید تصریح چاہیں تو ہم بزرگان دین کی ان کتب سے دلائل پیش کرسکتے ہیں جو کہ عارفہ عورتوں کے ارشاد کے اثبات میں تحریر کی گئی ہیں۔

در کتاب عمدۃ المقامات مسطور است ص۴۹۵:

تذکرہ سابع از منتخب سابع در ذکر عارفہ باللہ و مقبولہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا خدمت ایشان والدہء راقم و خواہر زادہ حضرت قیوم جہان اند اول بخدمت حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف بودند وار نسبتہائی خاصہ ایشان بہرہ یافتہ چنانچہ رمزی ازان در تذکرۂ احوال حضرت قدوۃ الاولیاء گذشتہ چون حضرت قیوم جہان اشارہ بدان رفتہ وسلوک آن راہ از سر نو بخدمت ایشان از ابتداء تا انتہاء بانجام رسانیدند و بہ اعلیٰ درجات کمال واکمال فائض و مشرف شدند اول نسب ایشان بہ بیان آوردہ شو بعدہ کیفیت احوال ایشان بطریق اجمال مذکور گردد والد ماجد حضرت بی بی صاحبہ حضرت شاہ عطاء اللہ نام دارندہ در نسب از طرف آبائی کرام از سادات بخاری دھلوی اند از اولاد حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری قدس سرہ کہ در ایام حضرت مجدد الف ثانی، در حضرت دہلی صاحب ارشاد بودند وطریق اجداد خود دراترویج میفرمودند از جناب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکاتیب بطرف ایشان درود یافتہ دران مکاتیب فقرات مدحیہ ایشان بسیار نوشتہ اند انشاء اللہ مکتوبی ازان مذکور خواہد سہ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بحضرت مخدوم جہانیاں میر سد وطریقہ نیز از ایشان داشتند مکتوبی کہ بالا وعدہ ذکر شدہ نوشتہ می شود۔

عمدۃ المقامات کے صفحہ ۴۹۵ پر مرقوم ہے:

منتخب سابع سے تذکرہ سابع: یہ تذکرہ عارفہ باللہ مقبولہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے متعلق ہے (جس میں مرقوم ہے) کہ راقم کی والدہ اور حضرت قیوم

زماں کی بھتیجی ان کی خدمت میں رہیں اس سے پہلے وہ حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف رحمہ اللہکی خدمت میں رہیں۔ لہذا ان خاص نسبتوں سے انہوں نے وافر حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الاولیاء رحمہم اللہ کے احوال کے تذکرہ میں ان کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جب حضرت قیوم زماں قیومیت کے مقام پر فائز ہوئے تو بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) ان کی خدمت میں رہیں چنانچہ حضرت قیوم زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ان کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ بی بی صاحبہ نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے از سر نو ابتداء تا انتہا سلوک طے کیا اور کمال واکمال (خود کمال پر فائز ہونا اور دوسرے کو بھی درجہ کمال تک پہنچادینا) کے مقام سے مشرف ہوئیں۔ پہلے ان کے نسب کو بیان کیا جاتا ہے پھر اجمالی طور پر ان کے احوال کی کیفیت مذکور ہوگی۔ حضرت بی بی صاحبہ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ تھا۔ اپنے آبائی نسب کے لحاظ سے ان کا تعلق دہلی کے بخاری سادات سے تھا جو کہ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں صاحب ارشاد تھے اور اپنے اجداد کے طریقہ کی ترویج فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف سے حضرت کے نام کئی مکتوبات ملتے ہیں ان مکتوبات میں حضرت کی تعریف میں کئی عبارات لکھی ہیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری رحمہ اللہ نے جو مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجے ان شاء اللہ ان میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہوگا۔ انہوں نے ان سے طریقہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

جس مکتوب کا اوپر وعدہ کیا وہ ذیل میں مذکور ہے:

جلد اول، مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مکتوب پنجاہ و پنجم از جلد اول شیخ عبد الوہاب بخاری صدور یافت چند گاہ است کہ دل را محبتی نسبت بملازمت شما پیدا شدہ است غیر ان ارتباطی کہ سابقا متحقق بود بناءعلیہ بدعای ظہر الغیب بی اختیار مشغول است وچون سرورِ کائنات و فخر موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات فرمودہ اند کہ من احب اخاہ فلیعلم ایاہ اظہار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست وبہ این محبت کہ نسبت بہ اقربائ آنحضرت علیہ السلام پیدا شدہ رشتہ امیدواری تمام بدستِ آوردہ حق سبحانہ وتعالیٰ بر محبت ایشان استقامت ارزانی فرماید بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ صلوات و السلام۔ مکتوبہ الشریف ۴۹۶

جلد اول مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری، کچھ عرصہ ہوا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ سے محبت پیدا ہو گئی جو تعلق آپ سے پہلے تھا تو اس کو چھوڑ کر اسی وجہ سے آپ کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو رہتاہوں۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من احب اخاہ فلیعلم ایاہ (جو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو س کو (اس محبت سے آگاہ کردے) محبت کا خود بخود اظہار بہتر واعلیٰ ہوتا ہے اور وہ محبت جو حضور ﷺ کے اقرباء سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے امید کا رشتہ ہاتھ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ان کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔

چون خدمت ایشان بسیر محبوبی و مرادی مراتبِ اظہار کمال واکمال راحاصل کردند و معاملات سنین رابساعات علی فرمودند وبمقامات علی ومراتب مستعالی مشرف شدند وچون مشرب ایشان محمدی واقعہ شدہ بودہ جمیع مدارج ولایات فائض گردیدند دقیقہؑ از دقائق اسرار وکمال نماند کہ بدان ممتاز نشدند وبہ الہامات خاصہ وعنایات مختصہ وسرور آمدند مرشد ایشان حضرت قیوم جہان خدمت ایشان را تکلیف تام بامر ارشاد داشتند وایشان خودرازین امر خطیر یکسو نمودند وسوانح ان بیان میفرمودند ہرچند مبالغہ دران امر مشاہدہ میمودند کنارہ ازاں می جستند درین لیت ولعل مدتی در گفتگوی کشید تا آنکہ در معاملہ بشرف زیارت جناب اطہر صلوات اللہ علیہ مشرف شدند وازان سرور کائنات وفخر موجودات بخلعت خاصہ خلافت ارشاد وممتاز ومجاز گردیدند وتاکید اکید درین امر شریف دیدند لاچار اظہار بخدمت مرشد والا تبار خود نمودند وان قیوم وقت چون از مدتی خواہش این امر داشتند ازین مرور گردیدہ نامہؑ اجازت وارشاد برای ایشان نوشتہ وجبہ ودستار خود رابہ تبرکات بہ ایشان عنایت فرمودند وجماعت طلاب کہ بخدمت عالی بود امر کردند کہ بخدمت حضرت بی بی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ رفتہ از بیرون حجرہ شریف توجہ گرفتہ باشند حتی کہ خلفای کامل خود را نیز اذن بتوجہ از ایشان نمودند وفرزنداں واطفال واہل خود راتمام چہ بنات وچہ ازدواج بخدمت ایشان مرید کردند ایشان بہ امر مرشد واشارہ ارواح طیبہ طوعاً وکرہاً مشغول شدند تاثیر در مسترشدان ایشان بنوعی شد کہ مافوق ان متصور بناشد ومردم از دور ونزدیک خصوصاً از عالم نساء بہ ایشان رجوع آوردند وہنگامہ ارشاد فیض رشاد ایشان در اطراف واکناف منتشر شد بسانسوان از خانمان خود دوست برداشتہ بذیل دامان ایشان افتادند واز انوار واسرار سرمست وسرشار شدند وبسیاری از مسترشدات ایشان مجذوبہ گردیدند حتی کہ در خانہ ایشان مجذوبات زنجیر بپاہمیشہ فتادہ بودند در عالم نسوان مثل این اجتماع للہ وفی اللہ کہ در خدمت ان مقبولہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدہ بودچہ در متقدمین ومتاخرین از صالحات شیذہ نہ شدہ بلکہ در عالم رجال خال خال دران حال باین قوت کمال واکمال بودہ باشد

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید　　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ا۔بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار:

جب بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال واکمال حاصل کر لیے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لیے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہو گئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ہو گیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار وکمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہو گئیں تو آپ کے مرشد حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ تعالیٰنے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ کو اس مشکل معاملے سے دور رکھا اور اس امر مشاہدہ سے ہر چند کنارہ کیے رکھا اور ایک مدت تک اس معاملے میں گفتگو کرنے سے پس وپیش سے کام لیتی رہیں یہاں تک کہ اسی معاملہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور حضور ﷺ نے ان کو خلافت وارشاد کی خاص خلعت عطا فرمائی اور ان کو اجازت عطا فرمائی اور اس معاملہ میں سخت تاکید فرمائی۔ پھر مجبوراً آپ نے اپنے مرشد گرامی سے اس (خواب) کا اظہار کیا۔ قیوم زماں تو مدت سے اس امر کی خواہش رکھتے تھے لہذا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو ارشاد و تبلیغ کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نیز اپنا جبہ ودستار تبرک کے طور پر ان کو عنایت فرمائیں اور جو طلبا آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے پاس جایا کریں اور ان کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر

ان سے توجہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز اپنے بیٹوں، بچوں اور اہل خانہ کو بھی یہی حکم دیا، کیا بیٹیاں کیا بیویاں تمام کو ان کا مرید کروادیا۔ آپ (بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) طوعاً و کرہا مرشد گرامی کے حکم اور ارواح طیبہ کے اشارہ سے اس کام میں مشغول ہو گئیں۔ جلد ہی ان میں ایسی تاثیر نظر آنے لگی جو تصور میں بھی نہ تھی اور قریب و بعید سے لوگ خصوصاً عورتیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں ۔ اطراف واکناف میں ان کے فیض وارشاد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ان کے اپنے خاندان کی بہت سی عورتیں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور راز واسرار سے سرمست وسرشار ہوئیں۔ بہت سی ارادت مند خواتین مجذوب ہو گئیں ۔ یہاں تک ان مجذوب عورتوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھروں میں رکھا جاتا۔ عورتوں کی جو حالت ان مقبولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھی وہ کسی اور متقدمین اور متاخرین بزرگوں کے اجتماع للہ وفی اللہ میں سننے کو نہیں ملیں بلکہ مردوں میں بھی اس طرح کمال واکمال کی قوت کا عالم خال خال ہی نظر آتا ہے۔

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: حضرت روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسری ہستیاں بھی اسی طرح کر سکتی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

ارشاد خط:

ارشادنامہ کہ خدمت حضرت قیوم جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوشتہ اند اینجا ثبت میشود،
ہذاہو الحمد للہ الذی خلق الآدم علی صورتہ و کرمہ بخلافتہ و اجریٰ تلک النسبۃ بین انبیائہ و اولیائہ صلوات اللہ علی نبینا محمد و آلہ الطاہرین و صاحبہ المہتدین و کذالک علی الانبیاء اجمعین و اولیاءٔ المرضیین و عباد اللہ الصالحین امابعد!

نمودہ می آید کہ خدمت مخدومہ معظمہ مکرمہ مظہر انوارالقیوم نورالعین وثمرۃ الفواد امۃ المعصومیہ سلمہا اللہ تعالیٰ چون سلوک وتسلیک طریقہ علیہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نزد فقیر حاجی صفی اللہ السرہندی باتمام واختتام رسانید وباعلی درجات کمال واکمال مشرف شدہ قطع مراتب ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا وسیر الی اللہ وفی اللہ عروج در مدارج کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم بمقامات انبیاء ورسل ودخول در صفوف ان اکابر ووقوف از علوم معیت احاطہ وسریان توحید وجودی وشہودی بتفصیل حاصل نمود واز حضور خاصہ نقشبندیہ بطرز حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وفناء اتم وبقاء اکمل وزوال عین واثر وفناء فنا تحقق یافت وارتقای از جمیع مقامات ظلال واصول ووصول باصل الاصل کہ از شائبہ ظلیت مبدا اویکسو است حاصل وقت او شد وسوی آنچہ مذکور گردید بمعاملاتی مشرف شد کہ این کمالات نسبت بآن حکم قطرہ دارد نسبت بدریای محیط چہ این کمالات از علوم واجب الاظہار است وان از اسرار لازم الاستتار یضیق صدری ولاینطلق لسانی۔ ایمای بان مینماید و قطع منی ہذالبلعوم اشارہ بان میکند ودر مقام نزول چون عروج کامل آمد بخاطر فقیر افتاد کہ معزا الیہا را اجازت تعلیم وتلقین نماید تا خلائق از فیوض وبرکاتش بہرہ ور گردند اما مخدومہ مکرمہ معظمہ در قبول این امر اہمال درزیدہ وتعویق درین امر افتاد تاعنایات بی غایات ازلی شامل حال او گردید کار اورا از حضیض باوج رسانید وبمنصب خلت ومحبوبیت وبہرہ اصالت وفردیت ومایناسب ذالک من

الخصوصیات والا ازجناب اقدس خداندی علی التواتر والتوالی سرفراز وممتاز شد وبشرف زیارت حضرت خیر البریہ خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیۃ مشرف گردید وازان جناب بخلعت خلافت وارشاد ماذون کامل شد ودر قبول این امر تاکید اکید یافت الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً الاکابر الحال خدمت مخدومہ مشار الیہارا احتیاج باذن نیست اماچون از قلم موسوم گردید کہ بی اذن پیر درین امر خطیر اقدام نمی نمایند لہذا میگردد کہ ہر کہ از قسم نساء ورجال کہ طالب راہ ایزد ومتعال باشد بخدمت شریفش برسد واخذ طریقہ نماید گویا باین فقیر رسیدہ باشد وبقدر استعداد از انعکاس باطن شریفش بھرہ ور گردد شرط الاجازۃ الاستقامہ بالشریعہ المرضیہ والسنۃ المصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ والرسوخ بمحبۃ الشیوخ السلسلۃ العلیۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین ثم الصلوات والسلام علی خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیام۔

ارشاد خط:

حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ کا ارشاد نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اپنی خلافت سے ان کو نوازا اور اس نسبت کو انبیاء اور اولیاء کے درمیان جاری فرمایا اور اللہ عزوجل کی رحمتیں ہوں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب پر اور اسی طرح رحمتوں کا نزول ہو تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر اما بعد! دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مخدومہ، محترمہ، معظمہ، مکرمہ، مظہر انوار القیوم، نورالعین ثمرۃ الفواد امۃ المعصومہ سلمہا اللہ تعالی نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک فقیر حاجی صفی اللہ سرہندی سے مکمل کیا اور کمال واکمال کے اعلیٰ درجات سے مشرف ہو گئیں اور

ولایت صغریٰ اور کبریٰ وعلیا حاصل کرلیں اور سیر الی اللہ سیر فی اللہ کے مدارج میں عروج حاصل کرلیا اور کمالات نبوت و رسالت میں عروج حاصل کیا اورانبیاء ورسل کے مقامات میں صعود سے مشرف ہو چکیں اور ان اکابرین کی صفوں میں داخل ہو گئیں اور معیت احاطہ کے علوم اور توحید وجودی وشہودی کی سیر کا تفصیل سے مشاہدہ کرلیااور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف کے طریقہ کے مطابق حضور کا مقام پالیااور مکمل فنااور اکمل بقااور عین واثر کے زوال اور فنادر فنا کے مقام کو حاصل کرلیا۔ ظلال اصول اور وصول باصل الاصل کے تمام مقامات میں اس قدر ترقی حاصل کرلی کہ اس میں ظلیت کے شائبہ سے یکسوئی حاصل ہو گئی۔ نیز مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ایسے بہت سے دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں کہ ان کی مثال ان کے مقابلہ میں قطرہ ودریا کی سی ہے۔

علوم کے ان کمالات کا اظہار واجب ہوتاہے اور ان کے اسرار ورموز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتاہے۔یضیق صدری و لاینطلق لسانی۔(میرا سینہ تنگ ہوتاہے اورمیری زباں نہیں چلتی)میں اُس کی طرف اشارہ ہے اورقطع منی ھذاالبلعوم میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب انہوں (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا)نے نزول کے مقام میں عروج کامل حاصل کرلیا تو فقیر (حاجی صفی اللہ رحمہ اللہ)کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ بی بی صاحبہ کو تعلیم و تلقین کی اجازت دی جائے تاکہ مخلوق خدا ان کے فیوض وبرکات سے بہرمند ہو لیکن ایک مخدومہ ومکرمہ (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) تھیں کہ اس کو قبول کرنے سے اغماض برتتی رہیں اور اس امر کو ملتوی کرتی رہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہو گا کہ انتہائی ازلی عنایات ان کے شامل حال ہو جائیں۔ سو ہوا بھی یوں ہی کہ ان کا معاملہ پستی سے اوج ثریا تک جاپہنچا اوروہ خلت ومحبوبیت کے مقام سے مشرف ہوئیں اور اللہ جل جلالہ کی جناب سے اصالت وفردیت اور دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں۔ (جو اس کے لائق تھے) پھر وہ حضرت

خیر البریہ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ ﷺ نے خلافت و ارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس کو قبول کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔

اگرچہ اب مخدومہ مذکورہ کو اجازت کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بزرگوں نے لکھاہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر اس مشکل راہ پر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ لہذا یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ راہ خدا عزوجل کے طالبین تمام مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے وہ طریقہ حاصل کریں جو فقیر سے ان کو پہنچتا ہے اور اپنی باطنی استعداد کے مطابق ان سے بہرمند ہوں اور اس اجازت کی شرط یہ ہے کہ شریعت مرضیہ پر استقامت اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ پر ثابت قدم رہیں اور سلسلہ عالیہ کے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے محبت میں راسخ ہوں۔

الصلوات و السلام علی خیر الانام و علی آلہ العظام و صحبہ الکرام الی یوم القیمۃ۔

بعد ازین مدتی ارشاد در زیدند و جہانی از قسم نسوان از خدمت ایشان مستفیض شدند جماعت کہ بنقص عقل و دین متصف اند بکمال عرفان و یقین موصوف شدند۔

اس کے بعد ایک مدت تک ارشاد و تبلیغ کا کام ہو تا رہا اور خواتین کا ایک جمِ غفیر ان کی خدمت سے مستفیض ہو تا رہا۔ وہ جماعت جو ناقص العقل اور ناقص الدین تھی وہ معرفت کے کمال سے متصف ہو گئی ہے۔

حنظل صحرا چو سیب بوستان ... میزند پہلو بقندی دوستاں

اے دوستو! ریگستان کا تمہ باغ کے سیب کی طرح اب میٹھے سے شانہ ملاتا ہے (مقابلہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی ان پر بے پایاں عنایت دیکھ کر میں ان کی خدمت میں اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

اگر بادشاہ بر در پیرزن　　　　بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اس بزرگ عورت کے دروازے پر اگر بادشاہ بھی آئے تو اسے بھی مونچھیں نیچی کرنا پڑیں گی

یہ بی بی صاحبہ کی معرفت وارشاد کے مختصر احوال تھے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ بہر حال ایک منصف مزاج مومن کے لئے یہی کافی ہے۔ ان متعصبین و منکرین کی بات نہیں کرتا جو اہل اللہ کا انکار کرتے ہیں، ان سے تعصب رکھتے ہیں اور ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔ ان کی شان میں تفریط سے کام لیتے ہیں اور ان خواتین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اس مطلوبہ امر کی اہل ہوتی ہیں۔ ان سالکات پر طعن زنی کرتے ہیں جو مقامات سلوک کی بلندی تک جا پہنچی ہیں۔

حاشاء و کلاء اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی فریب زدہ باتوں سے محفوظ فرمائے جو اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں شریعت جن کو قبول نہیں کرتی۔

قارئین گرامی قدر! حضراتِ قائدین و مدرسین ہمارے اس علاقہ میں مزید ملاحظہ فرمائیں کہ ضلع گجرات میں ایک خوبصورت مدرسہ ہے جس میں علوم دینیہ اور فنونِ مذہبیہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور بلاشبہ اس کی طالبات کی تعداد ۷۰۰ تک جا پہنچی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کا نظم و نسق تمام کا تمام عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح کی تعلیم و تربیت قرون ثلاثہ میں ہوا کرتی تھی۔ اُس زمانے کو سرکار شفیع انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے عمدہ زمانے سے متصف فرمایا تھا اور ہمارے اس زمانے میں فتنے سر اٹھا چکے ہیں اور اب وہ وقت آ چکا ہے جسے فتنوں کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس حالت میں ان مدارس کی تعمیر و بقا ایک مستحسن عمل ہے۔

اس کی مثال اس اشارہ سے سمجھی جاسکتی ہے کہ:

من راہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔

جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس علاقے کی عورتوں کے افادہ واستفادہ کا دارومدار اسی پر ہے کیونکہ وہاں آداب شریعت کے مطابق ظاہر کو سنوارنے کی تربیت دی جاتی ہے اور اس پر ان کے معاملاتی امور کی اصلاح کا انحصار بھی ہے اور پھر علوم باطنیہ کی کیا شان ہو گی جسے اسلاف تصوف کا نام دیتے ہیں اور یہ علوم قرآن وحدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

اگر اس کا تذکرہ شروع ہوا تو ممکن ہے کہ ایک ضخیم کتاب میں ڈھل جائے اس لیے اشارہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔کتابوں میں (تصوف کو) حالت شریفہ سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تعریف نور ہدایت عنایت اور توفیق من اللہ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ عین شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔کیونکہ شریعت وطریقت میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا گردانتا ہے وہ زندیق ہے کیونکہ آداب شریعت کے ذریعے ظاہر میں نکھار آتا ہے اور آداب طریقت سے باطن سنورتا ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ملادیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کردیتا ہے اور اہل اللہ کو فنا وبقا کے مقام سے مشرف فرمادیتا ہے لیکن ان کمالات کے حصول کا دارومدار شیخ کامل ومقتدا کی توجہات پر ہے۔کوئی بھی صاحب بصیرت شخص اپنے ظاہر کو صورت شریعت اور اپنے باطن کو حقیقت شریعت کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔لیکن جو شخص بے بصیرت ہو وہ تو پھر ایسا ہی کرے گا۔

المختصر مذکورہ بالا بحث سے میرا مقصد ارشاد اور دعوت کے مطلق طریقہ کو ثابت کرنا ہے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخالفین اور حاسدین گمان کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کا ارشاد ممنوع ہے اور ایک غیر معروف چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے جیسا کہ بعض باتیں بنانے والے اور منع کرنے والے کہتے رہتے ہیں تو پھر یہ بھی چاہیئے کہ مردوں میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کی دعوت وارشاد کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ مرد اور عورتیں شریعت کے احکام کے یکساں مخاطب ہیں۔ ہم صرف آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پروردگار عالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُونِ (الذاریات ۵۶)

ترجمہ: میں نے جن اور انسان پیدا نہیں کیے مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں خطاب مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے)۔

اس لیے جب ہر دو فریق (مرد و عورت) کا ذکر معرفت میں برابر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ استفادہ وافادہ اور ارشاد میں وہ اپنی استعداد کے مطابق برابر ہوں لیکن ہاں یہ بات ہے کہ مرد وعورت کے درجات میں فرق کو بہر حال ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح مخالفین عورتوں کے لیے علوم باطنیہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو پھر اسی طرح وہ علوم ظاہر یہ میں بھی ان کی تدریس کا انکار کیوں نہیں کرتے ؟ ان کا یہ انکار صرف اپنی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ وہ خود تو طریقت کے اسرار کی خوشبو پانہ سکے (اور چلے ہیں دوسروں کا انکار کرنے)۔

وفی الاحیاء للغزالی لذۃ العلم بقدر شرف العلم و شرف العلم بقدر شرف المعلوم و قال فی آخر قولہ و بھذا تبیین ان العلم لذیذ و الذ العلوم العلم باللہ تعالیٰ و بصفاتہ و افعالہ و تنبیرہ فی ممکنتہ من منتھی عرشہ الی تخوم الارضین فینبغی ان یعلم ان لذۃ المعرفۃ اقویٰ من سائر اللذات انتھی۔

امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی لذت اس علم کے شرف کے مطابق ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے اسی قول کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔ نیز عرش الٰہی کی انتہا سے لے کر تحت الثریٰ تک اس کی بادشاہت میں غور و فکر کرنا یہ لذیذ ترین علم ہے۔ لہذا جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی لذت تمام لذات سے قوی ہے۔

ویا ایھا السالک و السالکۃ ابقا کما اللہ بعد ما افنا کما ۔ ان مسائل الجواب کثیرۃ جدا لا یمکن احصائھا علی التفصیل خوفاً عن الاطناب و لکن اثرت الی مجامعھا و سلکت اخصر المسالک فی نہایۃ الاختصار لئلا یقع بھذا مثلاً فلیبک علی نفسہ و لیمت علی غیضہ و للہ در القائل:

وان کنت تعلم فذاک مصیبۃ و ان کنت لا تعلم فالمصیبۃ اعظم

زد شیخ شہر طعنہ بر اسرار اہل دل — المرء لا یزال عدو لما جھل

اب خضر از جوی بار اولیائ نہ خوریم از تشنۂ غافل بیاء

اے سالک مردوں اور عورتوں، اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کے بعد بقا کا مقام عطا فرمائے۔ ان سوالوں کے جواب بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ان کو بالتفصیل ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں۔ بہر حال میں نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب سالک اور طالبہ و سالکہ دنیا کے جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کے دھوکے میں مبتلا نہ

ہوں۔ زمانہ کے تفرقہ بازوں کی واہمات میں نہ الجھیں اور مکار اور دھوکے باز لوگوں کی لغویات سے پریشان نہ ہوں۔ اہل علم خود بھی اس مسئلہ کو سمجھ لیں اور اہل عبادات کو بھی آگاہ کر دیں اور جو شخص ان دلائل پر بھی قناعت نہیں کرتا اسے اپنے آپ پر رونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہی غصے کی موت مر جائے۔

شاعر نے اللہ کے کرم سے کیا عمدہ بات کی ہے:

ان کنت تعلم فذاک مصیبة　　　　و ان کنت لا تعلم فالمصیبة اعظم

ترجمہ: اگر تو جان جائے پھر بھی مصیبت ہے اور اگر تو نہ جانے تو پھر اس سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

زد شیخ شھر طعنه بر اسرار اهل دل　　　　المرء لا یزال عدو لما جهل

ترجمہ: شیخ شہر نے اہل دل کے اسرار پر طعنہ زنی کی آدمی جس چیز کو جانتا نہیں اس کا دشمن ہی رہتا ہے۔ (آب خضر از جوی بار اولیاء)

فھذاالامر شروح ان اردت یطول لا یحتملها المقام فھذا النبذ یکفی للعالم المحقق المنصف۔

یہ مسئلہ بہت واضح ہے اگر میں چاہوں تو بات کو طول دے سکتا ہوں مگر یہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں۔ یہ مختصر سی وضاحت ایک منصف مزاج عالم اور محقق کے لیے کافی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شریعتِ مصطفویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ ارچی وخراسانی

۱۴۱۵ہجری ربیع الثانی

(تذکرہ ابو حبیب قدس سرہٗ العزیز، ص ۲۰ تا ص ۷۱)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ